نبوت کی حقیقت اور اس کی ضرورت واہمیت

از جناب مولانا گوہر رحمٰن صاحب

(۳)

قرآن کریم کی سورۃ النساء میں ۱۲ انبیاء کے نام لے کر اور باقی کا حوالہ دے کر فرمایا گیا ہے:۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ (النساء آیت ۱۶۵)

" یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ ان کے بھیجنے (اور سمجھانے) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے دربار میں کوئی حجت (لاعلمی کا بہانہ) باقی نہ رہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے"

اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں اور بھی کئی جگہ آئی ہیں مثلاً طٰہٰ ۱۳۴ — الاسراء ۱۵ — القصص ۵۹ — ابراہیم ۴ اور سورۃ یونس ۴۷ — ان سب کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بندوں کو اپنی مرضی اور اپنے احکام سے باخبر رکھے۔ جس کا ذریعہ صرف وحی ہے، اس لیے کہ عقلِ انسانی اس بارے میں خود کفیل نہیں ہے اور ہر انسان کے اندر وہ قوتِ برداشت اور وہ قابلیت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ رب العالمین سے (براہ راست) ہم کلام ہو سکے۔ بخاری شریف کتاب العلم" باب فَضْلُ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ"۔ اور مسلم شریف کتاب الفضائل باب مَثَلُ مَا بَعَثَ بِهِ النَّبِيُّ میں رسالت اور تعلیماتِ رسالت کو بارش سے تشبیہ دے کر اس کی ضرورت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جس طرح زمین کی سرسبزی وشادابی بارش

پر موقوف ہے، اسی طرح بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی رسالت کے بغیر شائستہ وآراستہ اور استوار وخوشگوار نہیں ہو سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ انسانیت اپنی کم عقلی کی وجہ سے پروانوں کی طرح آگ میں کودتی ہے اور انبیاء علیہم السلام پکارتے ہیں بچو آگ سے۔ بچو آگ سے (بخاری ومسلم) ایک اور حدیث میں مثال کے انداز میں فرمایا گیا ہے کہ خدا کا نبی نفس و شیطان کے خطرات سے انسانیت کو باخبر رکھنے کے لیے آتا ہے (بخاری ومسلم)۔ حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے نفع ونقصان میں کاملاً تمیز نہیں کر سکتا اس لیے نبوت کی ضرورت ہے۔

نبوت کی ضرورت فلاسفۂ اسلام کی نظر میں	ابو نصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ یا ۳۴۳ھ

فارابی اور ابن سینا نے الٰہیات میں بعض گمراہ کن نظریات بھی پیش کیے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے ارسطو کی تقلید کرتے ہوئے نبوت کی تشریح سائیکولوجی (علم نفسیات) کی روشنی میں کی ہے اور خطرناک غلطی کا شکار ہوئے ہیں۔ لیکن نبوت کی اصل حقیقت معلوم نہ کر سکنے کے باوجود نبوت کی ضرورت کے یہ دونوں نہ صرف یہ کہ قائل تھے بلکہ اسے بہترین انداز میں ثابت بھی کیا ہے۔ فارابی نبی کو "رئیس اوّل" کہتے ہیں یعنی قائد اوّل یا "قائدِ اعلیٰ"۔ اس کی ایک کتاب "السیاسۃ المدنیۃ" ۱۹۶۴ء میں مطبع کاثولیکیہ (کیتھولک) بیروت نے ڈاکٹر فوزی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع کی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

> ہر انسان کی فطرت میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کے بل بوتے پر اچھی چیزوں اور سعادت کو معلوم کر سکے بلکہ اس بارے میں مُرشد اور معلّم کی ضرورت ہے۔ جس انسان کے اندر راہنمائی اور بھلائی کے کاموں پر لوگوں کو آمادہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو وہ رئیس کہلاتا ہے (لیڈر اور قائد)۔ رئیس کبھی رئیس اوّل ہوتا ہے اور کبھی رئیس ثانی۔ رئیس ثانی وہ ہوتا ہے جو دوسرے قائد کی رہنمائی میں لوگوں کی قیادت کرتا ہو۔ اور رئیسِ اوّل جس کو رئیسِ مطلق بھی کہا جاتا ہے وہ ہوتا ہے جو کسی حالت اور کسی چیز میں دوسرے انسانوں کی رہنمائی کا محتاج نہ ہو۔ یہی انسان متقدمینِ فلاسفہ کے نزدیک حقیقت میں بادشاہ ہوتا ہے۔ یہی رئیس اوّل اور قائدِ اعلیٰ ہوتا ہے اور اسی کو وحی سے نوازا جاتا ہے[۱]"

[۱] السیاسۃ المدنیہ للفارابی ص ۶۹، طبع بیروت ۱۹۶۴ء

فارابی کی ایک دوسری کتاب کا نام ہے "آراء اہل المدینۃ الفاضلۃ" اس میں رئیسِ اوّل کو "رئیس المدینۃ الفاضلۃ" کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی اعلیٰ ترین اور ترقی یافتہ معاشرے کا قائد۔ یہ کتاب میرے پیشِ نظر تو نہیں ہے لیکن ڈاکٹر ابراہیم مذکور نے اپنی کتاب "الفلسفۃ الاسلامیۃ" میں اس کے اقتباسات نقل کیے ہیں۔ ایک جگہ رئیس الاوّل کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فارابی لکھتے ہیں:-

"اعلیٰ ترین اور صالح معاشرہ کے رئیس اوّل کے لیے ضروری ہے کہ وہ (۱) جسمانی طور پہ تندرست ہو اور اس کے اعضائے بدن مکمل اور مضبوط ہوں۔ (۲) اس کی سوچ اور فکر صحیح (جیّد) ہو۔ اعلیٰ ترین ذہانت اور فہم رکھتا ہو۔ (۳) اس کی قوت حافظہ قوی اور تیز ہو (۴) خوبصورت اور موثر ترین الفاظ پر قدرت رکھتا ہو اور علم کو پسند کرتا ہو۔ (۵) سچائی، امانت، انصاف، عزیمت اور قناعت کا مالک ہو اور نفسانی خواہشات سے اجتناب کرتا ہو۔"[1]

حسین بن عبداللہ بوعلی ابن سینا المتوفی ۴۲۷ھ

ابن سینا ارسطو اور فارابی کے ممتاز شارح ہیں۔ فارابی کے تو یہ خلیفہ شمار کیے جاتے ہیں۔ اپنی کتاب "الاشارات" اور دوسری کتاب "اثبات النبوات" میں انہوں نے ضرورت نبوت پر بحث کی ہے لیکن اُن کے خیالات کو شہرستانی رح نے بہترین ترتیب کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اُن خیالات کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انسان اپنی بنیادی ضروریات تک میں اجتماعیت اور دوسرے انسانوں کے ساتھ مُشارکت کا محتاج ہے۔ (۲) اجتماعی زندگی اور مشارکت باہمی لین دین اور معاملات کے بغیر سرے سے ممکن ہی نہیں ہے۔ (۳) اس کے لیے قانون بتانے والے اور انصاف قائم کرنے والے کا ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انسان ہو (۴) یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ لوگوں کو اُن کی عقل کے حوالے کر دیا جائے کہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں اور ہر ایک اپنے فائدے کی بات کو انصاف اور ذاتی نقصان کی بات کو ظلم کہنے لگے۔ (۵) انسانیت کے

[1] المدینۃ الفاضلۃ ص ۵۹-۶۰ بحوالہ الفلسفۃ الاسلامیۃ ص ۱۰ طبع مصر ۱۹۶۸ء

لیے ایسے انسان کی ضرورت آنکھوں کی پلکوں اور ابرو کے بالوں کی ضرورت سے بھی زیادہ ہے یہ کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ خدا کی ازلی مہربانی یہ جسمانی ضروریات تو پوری کرتی ہو لیکن یہ بنیادی ضرورت (معلمِ قانون کی ضرورت) پوری نہ کرتی ہو۔

پس نبی کی بہر صورت ضرورت ہے۔ ایسا نبی جو:۔

دلائل و معجزات کی بنا پر باقی انسانوں سے ممتاز ہو۔ جو توحید کی دعوت دیتا ہو۔ شرک سے روکتا ہو۔ قوانین و احکام کا نفاذ کرتا ہو۔ اچھے اخلاق کی تعلیم و ترغیب دیتا ہو۔ بغض و حسد سے منع کرتا ہو اور فکرِ آخرت کی ترغیب دلاتا ہو۔"[1]

امام غزالیؒ المتوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:۔

فحاجة الخلق الى الانبياء كحاجتهم الى الاطباء ولكن يعرف صدق الطبيب بالتجربة ويعرف صدق النبي بالمعجزة[2]

ترجمہ۔ مخلوق انبیاء کی اسی طرح محتاج ہے جس طرح کہ طبیبوں (ڈاکٹروں) کی محتاج ہے۔ طبیب کی سچائی تجربے سے معلوم ہوتی ہے اور نبی کی سچائی اس کے معجزے سے معلوم ہوتی ہے۔"

ڈارون ازم اور مارکسزم والوں کی بات تو دوسری ہے لیکن بالغ النظر فلاسفہ کے نزدیک اصل انسانیت روح کا نام ہے۔ امام رازیؒ نے اپنی تصنیف "کتاب النفس والروح" میں اس حقیقت پر چھ عقلی اور دس نقلی دلائل قائم کیے ہیں[3]۔

طبیب جسمانی امراض کا علاج کرتے ہیں اور انبیاء روحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ اگر نیم حکیم خطرۂ جان ہے تو عقل کا نیم ملّا خطرۂ ایمان ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو جسمانی بیماریوں کے لیے تو اپنے آپ کو طبیبوں کا محتاج سمجھتا ہے لیکن روحانی امراض کے علاج کے لیے نبوت سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ بیٹھا ہے۔

---

[1] الملل والنحل ص ۱۹۹، ۲۰۰ جلد ۲ طبع مصر ۱۹۴۸ء۔

[2] احیاء العلوم ص ۸۵ جلد ۱ کتاب العقائد فصل ثالث۔

[3] کتاب النفس والروح ص ۳۰ تا ۴۹ طبع پاکستان ۱۹۶۸ء۔

امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں "کہ ضرورت نبوت کا منکر شخص خدا کی معرفت سے محروم ہوتا ہے[۱]۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ المتوفی ۷۲۸ھ

حافظ ابن تیمیہ آٹھویں صدی کے مجدد تھے اور صحیح معنوں میں اسلامی فلسفی بھی تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب "موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول" میں ضرورت نبوت کو اسی طرز پہ واضح کیا ہے جس طرز پر امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ثابت کیا ہے[۲]۔

فتاوی ابن تیمیہؒ میں اس موضوع پر طویل بحث ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

والرسالۃ روح العالم ونورہ وحیاتہ فأیّ صلاح للعالم اذا عدم الروح والحیاۃ والنور والدنیا مُظلمۃ ملعونۃ الا اذا طلعت علیہ شمس الرسالۃ[۳]۔

ترجمہ:۔ رسالت اس دنیا کی رُوح ہے، روشنی ہے اور زندگی ہے۔ اس جہان کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی رُوح (جان) نہ ہو۔ روشنی نہ ہو اور زندگی نہ ہو۔ یہ دنیا رسالت کے سُورج کے بغیر تاریک بھی ہے اور ملعون بھی ہے"۔

حافظ ابن قیمؒ المتوفی ۷۵۱ھ

ابن قیمؒ حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد خاص اور اُن کے خلیفہ شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے حقیقتِ نبوت اور ضرورتِ نبوت پر زاد المعاد، مدارج السالکین اور دیگر کتابوں میں بہترین بحث کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

فالضرورۃ الیھم اعظم من ضرورۃ البدن الی روحہ والعین الی نورھا[۴]۔

---

[۱] تفسیر کبیر ص ۴۳، جلد ۱۳ الانعام طبع مصر ۱۹۳۶ء

[۲] بر حاشیہ منہاج السنۃ ص ۹۷، جلد ۱ طبع مصر ۱۳۲۱ھ

[۳] فتاوی ابن تیمیہ ص ۹۳ جلد ۱۹ طبع ریاض ۱۳۸۲ھ

[۴] زاد المعاد ص ۲۸ جلد ۱ طبع مصر ۱۹۷۰ء

ترجمہ: انبیاء کی ضرورت اس ضرورت سے بہت زیادہ ہے جو جسم کو رُوح اور آنکھ کو روشنی کی ہے۔"

علامہ ابن الھمام المتوفی ۸۶۱ھ منکرین نبوت کی تردید کرتے ہوئے بہترین منطقی انداز میں لکھتے ہیں:-

"نبوت کی ضرورت کی پہلی دلیل یہ ہے کہ جس طرح عقلِ انسانی ماہر طبیب کی راہنمائی کے بغیر مفید اور مُضر دواؤں میں فرق نہیں کرسکتی اسی طرح عقل انسانی آخرت کی زندگی میں مفید اور مُضر افعال میں فرق نہیں کرسکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ دُنیوی اُمور میں بھی عقلِ انسانی سب چیزوں کا حسن و قبح معلوم کرنے کی مستقل قوت نہیں رکھتی

تیسری دلیل یہ ہے کہ انسانی فکر اور سوچ میں تفاوت ہے اس لیے انسان کو اس کے سپرد کرنے سے باہمی فتنہ و فساد تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔[1]"

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ المتوفی ۱۰۳۴ھ

مجدد الف ثانیؒ کے دَور میں اکبری کُفریات کا زور تھا نبوت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جا رہے تھے۔ موقع پرست سیاستدانوں، درباری مولویوں اور نفس پرست پیروں نے اکبر کو نبوت کے اختیارات دے دیے تھے۔ اس فتنے کی تردید میں حضرت مجددؒ نے مکتوبات کے علاوہ عربی زبان میں "اثبات النبوۃ" کے نام سے مستقل رسالہ بھی لکھا تھا۔ حضرت نے نبوت کی حقیقت اور ضرورت کو محققانہ لیکن عاشقانہ انداز میں واضح کیا ہے۔

مکتوبات میں ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"ہماری عقل تو اُن برگزیدہ بندوں کی روشنی کے بغیر بے کار ہے اور ہماری سوچ تو ان کی تقلید کے بغیر ذلیل و خوار ہے۔ عقل اگرچہ حجت ہے لیکن ناتمام اور نابالغ ہے۔ حُجّتِ بالغہ تو صرف انبیاء کی نبوت ہے۔[2]"

[1] المسایرہ ص ۱۲۰-۱۲۱ طبع مصر ۱۹۲۹ء

[2] مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۲۵۹

حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ
شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اوّل میں مبحث ششم کا پہلا باب نبوت اور مذہبی راہنماؤں کی ضرورت ثابت کرنے کے لیے مخصوص کیا ہے۔ بحث اور باب کا عنوان یہ ہے:۔

المبحث السادس مبحث السیاسات الملّیہ ۔

باب الحاجۃ الی ھداۃ السُّبُل ومقیمی المِلَل

بحث ششم ملّی اور دینی سیاسیات کے بیان میں ہے اور اس کا پہلا باب دینی راہنماؤں اور مذاہب کے قائم کرنے والوں کی ضرورت ثابت کرنے پر مشتمل ہے۔ میں اس باب کا مختصر ترین خلاصہ اپنے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔

۱۔ عقل سلیم اگرچہ بھلائی اور بُرائی میں تمیز کرنے کی استعداد رکھتی ہے۔ لیکن بسا اوقات اسے خواہشات اور غفلت کے پردے گھیر لیتے ہیں اور اس کا وجدان صفراوی مریض کی طرح بگڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ مفید اور مضر میں فرق نہیں کر سکتی۔ فیحتاجون الی عالم بالسنۃ الراشدۃ بیسوسھم ۔ اس لیے ایسے لوگ اُس عالم کے محتاج ہوتے ہیں جو دانائی وسچائی اور رشد و ہدایت کے قوانین جانتا ہو اور لوگوں کی سیاست و اصلاح اور انتظام کرتا ہو۔

۲۔ بعض لوگ ایسی فاسد عقل اور بگڑی ہوئی رائے رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ بھلائی کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کرتے رہتے ہیں۔ پس قوم کی اصلاح ایسے لوگوں کے فاسد خیالات کو مٹائے بغیر نہیں ہو سکتی۔

۳۔ بعض لوگ خام اور کم عقل کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ کچھ حقائق کو تو پا لیتے ہیں لیکن بہت سے ضروری حقائق اُن کی نظر سے پوشیدہ رہ جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو کامل سمجھ کر اس خام خیالی اور خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہمیں کسی ہادی اور مربّی کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی اصلاح اور تنبیہ کے لیے ایسے عالم کی ضرورت ہوتی ہے جو حقیقی علم رکھتا ہو اور غلطیوں سے محفوظ ہو۔

۴۔ صرف ایک شہر یا علاقے میں رہنے والے بھی معاشی سمجھ بوجھ اور تمدنی اصلاحات و انتظامات کا کچھ نہ کچھ علم رکھنے کے باوجود ایسے شخص کے محتاج ہوتے ہیں جو تمدنی اصلاحات میں کامل مہارت رکھتا ہو اور اُن کی سیاست شائستگی کے ساتھ چلا سکتا ہو تو پھر ایک ایسی عظیم قوم کے بارے میں

تمہارا کیا خیال ہے جو مختلف خیالات وجذبات کے لوگوں پر مشتمل ہو کر آیا وہ اپنے بل بوتے پر ایسا نظام معلوم کر سکتی ہو؟

۵۔ ایسے نظام کی رہنمائی وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی فطرت خواہشات سے پاک ہو اور وہ اعلیٰ درجے کے انسان ہوں۔

۶۔ جب صنعت وحرفت کی مہارت ماہرین کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی تو بلند ترین مقاصد اور اعلیٰ ترین نظام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جسے خدا کے برگزیدہ بندوں کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔[1]

علامہ سید جمال الدین افغانیؒ۔

۱۸۷۰ء میں قسطنطنیہ کے "دار الفنون" کے ایک اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے علامہ جمال الدینؒ نے نبوت کی ضرورت اور فلسفہ ونبوت کا فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"جسم کی زندگی رُوح کے بغیر ممکن نہیں اور معاشرے کی رُوح نبوت ہے یا پھر فلسفہ ہے۔ نبی اور فلسفی کا معاشرے سے وہی تعلق ہے جو روح کا جسم سے ہے۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبوت خدا کی رحمت سے ملتی ہے جس کو محنت وریاضت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اور فلسفہ بحث اور غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا بڑا اور اہم ترین فرق یہ ہے کہ نبی غلطیوں سے معصوم ہوتا ہے لیکن فلسفی غلطیوں کا شکار ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔"[2]

شیخ محمد عبدہ۔

علامہ جمال الدین افغانیؒ کے شاگردِ خاص شیخ محمد عبدہٗ نے "رسالۃ التوحید" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں نبوت کی ضرورت ثابت کرنے کے لیے وہی استدلال پیش کیا ہے جو ابن سینا نے قائم کیا تھا۔ شیخ موصوف نے ابن سینا کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ آخر میں لکھتے ہیں:

"تکمیل انسانیت کے لیے نبوت کی اشد ضرورت ہے۔ نوعِ انسانی میں انبیاء کا وہی درجہ ہے جو

---

[1] حجۃ اللہ ص ۲۰۴ جلد ۱ طبع رحیمیہ دہلی ہند۔

[2] مشاہیر الشرق ص ۵۴ جلد ۲ بحوالہ فلسفۃ الاسلامیہ ص۱۱۱۔

جسدِ انسانی میں عقل کا درجہ ہے۔ حقیقت میں نبوت انسانیت کے لیے خدا کا بہت بڑا عطیہ ہے۔[1]

شیخ محمد عبدہٗ کے شاگرد علامہ سید رشید رضاؒ نے "الوحی المحمدیؐ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے حقیقتِ نبوت اور ضرورتِ نبوت کے علاوہ فلسفہ نبوت کے فرق کو بہترین اور دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم۔

اقبالؒ دورِ جدید کے اعلیٰ ترین اسلامی فلسفی ہیں اس مضمون کو اُن کے چند اشعار پر ختم کرنا مناسب ہے:

حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید — وز رسالت در تنِ ما جاں دمید
حرفِ بے صوت اندریں عالم بدیم — از رسالت مصرعِ موزوں شدیم
از رسالت در جہاں تکوینِ ما — از رسالت دینِ ما آئینِ ما
از رسالت صد ہزار ما یک است — جزوِ ما از جزوِ ما لاینفک است
فرد از حق ملت از وے زندہ است — از شعاعِ مہر او تابندہ است
از رسالت ہم نوا گشتیم ما — ہم نفس ہم مدعا گشتیم ما[2]

---

[1] رسالۃ التوحید ص ۴۳، بحوالہ الفلسفۃ الاسلامیہ ص ۱۱۷

[2] رموزِ بے خودی رکن دوم رسالت۔